حکومت الٰہیہ

حکومتِ الٰہیہ میں پہلی چیز جو اسلام پیش کرتا ہے، وہ حاکمیت کا تصور ہے جس کو موجودہ عہد میں ''اقتدار اعلیٰ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسلام حاکمیت کو نہ کسی فردِ واحد کے لئے تفویض کرتا ہے اور نہ کسی طبقے، جماعت یا کسی قوم کو یہ حیثیت عطا کرتا ہے۔ جو ذاتِ مطلق اِس حاکمیت کی سزوار ہے، وہی اسلام کے نزدیک حاکم حقیقی اور مقتدرِ اعلیٰ ہے۔

کلام پاک کی کوئی سورۃ یا سورۃ کا کوئی مقام ایسا نظر نہیں آئے گا جو خالقِ کائنات کی فرمانروائی اور موجودات کی ہر شے پر اس کی ملکیت و قدرت کو ظاہر نہ کر رہا ہو۔

اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (انعام ۵۷)

حکومت بجز خدائے بلند و برتر کے کسی کا حق نہیں۔

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (مومن ۱۲)

حکومت اللہ ہی کے لئے ہے جو بالادست اور بڑا ہے۔

جب حقیقی حاکمیت خالقِ کائنات کی مان لی گئی تو خود بخود قانونی حاکمیت بھی اس کی تسلیم کی جائے گی۔ حکم و قانون کا سرچشمہ جب ذاتِ الٰہی قرار پایا تو دنیا میں حکومت کی جو صورت باقی رہتی ہے، وہ خلافت و نیابت کی حیثیت رکھتی ہے۔

خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ

زمین پر اللہ کی نیابت کرنے والے

خدائی احکام و قوانین ہمیں انبیاء کے توسط سے معلوم ہوتے رہے ہیں جو اپنی آخری اور مکمل صورت میں پیغمبرِ اسلام ﷺ پر نازل ہوئے۔

حکومت خدا کی، قانون خدا کا، ملک خدا کا، زمین خدا کی، تمام افرادِ نسلِ انسانی اس کے بندے۔

اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عَیَالُ اللّٰہِ

ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔

کل انسان بحیثیت انسان کے آپس میں برابر ہیں۔ بزرگی و فضیلت صرف تقویٰ کو حاصل ہے، مگر جماعت کے نظم و انضباط کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر فرد کسی ایک مرکز سے وابستہ رہے۔

انسانی معاشرہ کے لئے بھی کسی ایک قائد یا امام کا ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ جھگڑے و افتراق سے محفوظ اور ایک ہی لڑی میں منسلک رہے۔

حضور سرور عالم ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ مرکزیت ذات رسالت میں مرکوز تھی اور آپ کے بعد خلفائے راشدین میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی۔

فتح مکہ اسلام کی شہنشاہی کا پہلا دن تھا جو رمضان ۸ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد حضرت ﷺ نے قبائل میں محصلین زکوٰۃ کا تقرر فرمایا لیکن اصل خلافت الٰہی کے تمام اجزا اواخر ۱۰ھ میں زمانہ حجۃ الوداع کے قریب تکمیل پائے۔

انتظام ملکی: عرب کا بڑا حصہ زیر نگین تھا۔ سرور عالم ﷺ بنفسِ نفیس حکومت کے تمام کام انجام دیتے تھے۔ ولاۃ الامر اور عمال کا تقرر، موذنین اور آئمہ کا تعین، محصلین زکوٰۃ و جزیہ کی نامزدگی، غیر قوموں سے مسالحت، مسلمان قبائل میں جائدادوں کی تقسیم، فوجوں کی آراستگی، مقدمات کے فیصلے، قبائل کی خانہ جنگیوں کا انسداد، وفود کے لئے تعین وظائف، شاہان عالم کے نام اجرائے فرامین، نومسلموں کے انتظامات، مسائل شرعیہ میں افتاء، جرائم کے لئے اجرائے تعزیر، ملک کے بڑے

بڑے سیاسی انتظامات، عہدہ داروں کی خبر گیری اور احتساب، دور کے صوبوں میں متعدد صحابہ کو گورنر اور والی بنا کر بھیجنا، لیکن مدینہ اور اطراف مدینہ کے فرائض آپ خود انجام دیتے تھے۔ غزوہ بدر، احد، خیبر، فتح مکہ، تبوک میں خود ہی امیر العسکر تھے۔ چھوٹے چھوٹے معرکے سرایا کے امیر الجیش اکابر صحابہ ہوتے تھے۔ افتا کا کام بھی خود ادا کرتے۔ متعدد صحابی بطور خود فتویٰ دیتے تھے۔ قضاۃ کا عہدہ بھی خود سنبھالے ہوئے تھے۔ مدینہ و مضافات کے تمام مقدمات کا خود فیصلہ کرتے یا ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰنؓ، ابی بن کعبؓ کے سپرد یہ مقدمات کردیتے تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ نے خود یمن کا قاضی مقرر فرما کے بھیجا۔

عہدہ انشاء پر اکابر صحابہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ کتاب کے منصب پر مامور تھے۔ محصلین زکوٰۃ و جزیہ پر عدی بن حاتمؓ، صفوانؓ، مالکؓ، بریدہؓ، عبادؓ، رافعؓ وغیرہ تھے۔ (عقد الفرید) پولیس افسر قیس بن سعد تھے۔ مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت زبیرؓ، علیؓ، مقداد بن الاسودؓ، محمد بن مسلمہؓ، عاصم بن ثابتؓ، ضحاک بن سفیانؓ، کلابی کے سپرد تھی۔

آمدنی: اسلام میں آمدنی کے پانچ ذرائع تھے: غنیمت، فئی، زکوٰۃ، جزیہ، خراج۔ اوّل و دوم کے سوا بقیہ ذرائع آمدنی سالانہ تھے۔ جو مال بیت المال میں متذکرہ ذرائع سے جمع ہوتا، آنحضرت قوم پر تقسیم کردیتے۔ آپ فرماتے ہیں:

> بخدا نہ کسی کو میں عطا کرتا ہوں اور نہ کسی سے روکتا ہوں۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ جہاں حکم ہوتا ہے، بجالاتا ہوں۔ (السیاسۃ الشرعیہ صفحہ۱۴)

غنیمت: اسلام سے پیشتر دستور تھا کہ جنگ میں جو کچھ حاصل ہو، لڑنے والوں کا حق تھا۔ قرآن کریم نے اس دستور کو ختم کرکے مفتوحہ تمام اشیا، کو اللہ کی ملک قرار دیا۔

> ''لوگ آپ سے غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے مال (انفال) غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔''

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ انفال سے مراد غنائم ہیں۔

مفتوحہ زمین اللہ کی ملک قرار دی جاتی تھی۔ کسی خاص جماعت یا خاص افراد کی نہ تھی۔ آنحضرتؐ اور خلفائے راشدینؓ عام مفاد کے پیش نظر غازیوں اور اصل باشندوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے۔

فئے: میں جنگ کی نوبت نہیں آتی تھی، اس لئے تقسیم کا سوال ہی نہ تھا۔ قرآن میں دونوں صورتوں کے لئے صریح احکام موجود ہیں:

> ''اور جان لو کہ جو کچھ تمہیں غنیمت میں ملے، اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول، اقرباء یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔'' (۸:۴۱)

> ''جو مال (فئے) اللہ نے بستی والوں سے اپنے رسول کو عطا فرمایا، وہ اللہ و رسول کے لئے اور اقرباء اور یتیم، مسکین، مسافر کے لئے ہے تاکہ تم میں سے دولتمندوں کے درمیان ہی دولت سمٹ کر نہ رہ جائے اور جو کچھ رسول تمہیں دیں، اس کو لے لو اور جس سے منع کردیں (نہ دیں) اس کو چھوڑ دو، بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ ان مفلس مہاجروں کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے ہوئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی ڈھونڈنے کے لئے اور اللہ اور رسول اور دین کی مدد کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں، وہی لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو اس گھر (مدینہ) میں ایمان کی حالت میں مہاجرین سے پہلے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ (یعنی انصار)'' (۵۵:۱۰)

بقول ابو عبیدؒ، علی شیرِ اسلام نے آیت غنیمت پر عمل کر کے خیبر کو تقسیم کردیا اور حضرت عمر نے آیت فئے پر عمل کر کے عراق و شام وغیرہ نہیں تقسیم کیا۔

رسول اللہؐ خیبر سے حاصل شدہ آمدنی کے کئی حصہ کیا کرتے تھے اور ایک حصہ میں کئی مصرف شامل ہوتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ پورا خیبر غلبہ سے فتح ہوا اور نفعِ خلق کے پیشِ نظر تنظیم و تقسیم کی جو بہترین صورت ہوسکتی ہے وہ اختیار کی گئی۔

بنونضیر (یہود) مدینہ سے زمین جائداد چھوڑ کر چلے گئے۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کردی۔ اس میں سے حضرت زبیر، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابودجانہؓ کو قطاع (زمین کے حصے) عطا فرماتے رہے۔ یحییٰ بن آدم قرشی کہتے ہیں:

''پھر رسول اللہؐ نے بنونضیر اور بنوقریظہ کی زمین تقسیم کردی اور فدک میں تقسیم کیا۔'' (الخراج یحییٰ ص۴۱)

رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کے اموال مہاجرین اور بعض انصار میں تقسیم کردیے۔

بنجر زمین قابلِ کاشت بنانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے عام اعلان کردیا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اور انسان اللہ کے بندے ہیں۔ جو شخص بھی بنجر زمین کو زیرِ کاشت لاسکتا ہے وہ لائے۔ زمین اس کی ملک ہوگی۔ (نصب الرایہ والخروج لابی یوسف)

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اس سلسلہ کو قائم رکھا۔ متعدد صحابہ سعد بن وقاص، عبداللہ بن مسعود، نافع، خباب، زبیر، اسامہ بن زید، عمار بن یاسر، سعد بن مالک وغیرہ کو قطاع (زمین کے ٹکڑے) دیے اور عام اعلان کردیا کہ جو شخص بھی بنجر زمین آباد کرے گا، وہ اس کی ہوجائے گی۔ (بخاری، الاموالی)

حکومتِ الٰہی میں زمین و جائداد ذاتی وقار اور اقتدار بڑھانے کے لئے نہ ہوتی تھی بلکہ عام مفاد اور خدمت خلق کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ جب تک مفاد خلق میں مخلوق کی خدمت ہوتی رہتی، خلافت کو کوئی دخل دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوتی تو خلافت ہر قانون اور ہر تصرف کی مجاز تھی۔

''اہل قطائع (زمین) کو خلیفہ (بلاوجہ) بے دخل نہ کرتے ہاں اگر حقوق واجبہ کی ادائیگی نہ ہورہی ہو تو بے دخل کرنے کا پورا اختیار ہے۔'' (الخراج ص۶۰)

زکوٰۃ: صرف مسلمانوں پر فرض تھی اور وہ چار دروں سے وصول ہوتی تھی۔ نقد روپیہ، پھل اور پیداوار، مویشی (بجز گھوڑا) اسباب تجارت دو سو درہم چاندی اور بیس مثقال سونے اور پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہ تھی۔ سونا اور چاندی کا چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ پوری تفصیل فقہ کی کتب میں موجود ہے۔ اس کے مصرف تھے: فقراء، مساکین، نومسلم، غلام کو خرید کر کے آزاد کرنا، مقروض مسافر محصلین زکوٰۃ کی تنخواہ، دیگر کارِ خیر۔

معاذ بن جبل عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تو زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

وصدقة توخذ من اغنیائهم وترد علیٰ فقرائهم.

جزیہ: غیرمسلم رعایا سے ان کی حفاظت اور ذمہ داری کے معاوضہ میں لیا جاتا تھا۔ اس کی مقدار متعین نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانہ میں مستطیع بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا تھا۔ بچے اور عورتیں اس میں داخل نہ تھیں۔ ایلہ کی جزیہ کی مقدار ۲۰۰ دینار تھی۔ عہدِ نبوی میں جزیہ کی سب سے بڑی مقدار بحرین سے وصول ہوئی تھی۔

خراج: غیر مسلم کاشتکاروں سے حق مالکانہ کے معاوضہ میں زمین کی پیداوار کا جو مخصوص حصہ باہمی مصالحت سے طے ہوگیا ہو، اس کا نام خراج ہے۔ خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیما وغیرہ سے خراج ہی وصول ہوتا تھا۔ پھل یا پیداوار کے تیار ہونے کا وقت جب آتا تھا، آنحضرت ﷺ کسی صحابی کو بھیج

دیتے تھے۔ وہ باغوں اور کھیتوں کو دیکھ کر تخمینہ لگاتے تھے۔ رفع اشتباہ کے لئے تخمینہ میں سے کم کردیا جاتا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

جزیہ اور خراج کی رقم سپاہیوں کی تنخواہ اور جنگی مصارف میں صرف ہوتی تھی۔ تمام صحابہ ضرورت کے وقت سپاہی تھے۔ جو کچھ وصول ہوکر آتا، آنحضرت ﷺ سب کو اس وقت تقسیم فرمادیتے تھے۔ رجسٹر پر لوگوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ صاحب اہل و عیال کو دو حصے اور مجرد کو ایک حصہ ملتا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج باب قسم فئی)

شوریٰ: آنحضرت پیغمبر تھے۔ ہر موقع پر وحی و تنزیل کے ذریعہ آپ کو ہدایت کی جاتی تھی۔ اس پر بھی آپ کو ''وشاورھم فی الامر'' کا حکم دیا گیا۔ حضرت عائشہ کی شہادت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو اس بارے میں نہ پایا کہ لوگوں سے مشورہ کرکے کام کیا جائے۔

غزوہ بدر میں آگے بڑھنا اور کنویں پر مقیم ہونا شوریٰ ہی کے ذریعہ طے پایا۔ فدیہ اسارائے بدر کی بابت یہی مشورہ کیا گیا۔ مسجدِ نبوی میں منبر کی تنصیب، غزوہ احزاب میں محصور ہوکر مدینہ کے اطراف خندق کا کھودا جانا، ایام خندق میں حملہ آوروں سے مدینہ کی ایک تہائی پیداوار پر صلح کرنے کی بحث اور حدیبیہ میں جنگ کا مسئلہ وغیرہ۔ ایسے متعدد واقعات ہیں جن میں حضور نے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔

مجلس شوریٰ: مجلس شوریٰ کے اراکین میں حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، بلال حبشیؓ تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی اپنے عہد میں مجلسِ شوریٰ قائم کر رکھی تھی جس میں جلیل القدر صحابہ شریک ہوتے تھے۔ (عقد الفرید)

عمال: آنحضرت ﷺ کسی جگہ مہاجر کو عامل مقرر کرتے تو اس کے ساتھ انصاری کا بھی تقرر فرماتے۔ (مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۵۷)

عمال کا تقرر ملکی انتظام، فصلِ مقدمات اور تحصیل خراج، اشاعت اسلام، سنن و فرائض کی تعلیم پر منحصر تھا۔ استعاب تذکرہ معاذ بن جبل میں ہے:

''آنحضرت ﷺ نے ان و یمن کے ایک حصہ یعنی جند کا قاضی بنا کر روانا فرمایا کہ لوگوں کو قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم دیں اور جو عمال یمن میں تھے، ان کے صدقات کو جمع کرنے کی خدمت بھی ان کے متعلق تھی۔''

معاذ کو یمن روانہ کرتے وقت ہدایت کی کہ:

''تم اہلِ کتاب کے پاس جاتے ہو۔ پہلے ان کو کلمہ توحید کی دعوت دو۔ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان کو سناؤ کہ خدا نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو بتاؤ کہ خدا نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے امراء سے لے کر ان کے غرباء میں تقسیم کردیا جائے گا۔ اگر وہ اس کو بھی تسلیم کرلیں تو ان کے بہترین مال سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔''

فصل مقدمات کے متعلق فرمایا:

''کس چیز سے مقدمات کا فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا قرآن مجید سے۔ آپؐ نے فرمایا اگر اس میں وہ فیصلہ تم کو نہ ملے؟ انہوں نے کہا احادیث سے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اگر حدیث میں بھی اس کے متعلق ہدایت نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپؐ نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے رسول کو اس چیز کی توفیق دی جس کو خود اس کا رسول محبوب رکھتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو قسم کے عمال کا تقرر ہوا۔ حکام یا ولاۃ اور محصلین زکوٰۃ۔

عام عمال کو بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا۔ حضور نے

تصریح فرمائی: ''جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک نکاح کر لینا چاہئے۔ اگر اس کے پاس ملازم نہ ہو تو ایک ملازم رکھ لینا چاہئے۔ اگر گھر نہ ہو تو ایک گھر بنا لینا چاہئے لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہوگا یا چور۔'' (ابوداؤد کتاب الخراج باب فی رزق العمال)

حضرت ابوبکر نے آنحضرت کے بعد عہدِ رسالت کے جملہ عمال کو برقرار رکھا اور کچھ اور بڑھائے۔ جب فتوحات کو وسعت ہوئی، سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا تو انہوں نے صیغۂ مال کو صیغۂ فوج سے علیحدہ کر دیا۔ امیر الخراج اور امیر العسکر الگ الگ عہدے کر دیے۔ (طبری ۲۰۵۲)

نئے عمال کے تقرر میں بہت محتاط تھے۔ یزید بن سفیان کو شام کا عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا کہ وہاں تمہاری قرابتیں ہیں۔ شاید امارت کے لئے قرابت داروں کو ترجیح دو۔ تمہاری نسبت مجھے یہ خوف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا والی ہو وہ رو رعایت سے ان پر امرا مقرر کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ (مسند ج ۱ ص ۶)

خلفائے راشدین کی پوری زندگی شاہد ہے کہ انہوں نے کس صداقت کے ساتھ اپنے دورِ خلافت میں حکومت کے فرائض سرانجام دیئے اور عمال کے تقرر میں بھی اپنے رسولؐ کا اتباع کیا۔

حضرت عمر جب عاملوں کو بھیجتے تو یہ ہدایت فرماتے:

''عمدہ گھوڑے پر نہ سوار ہونا اور نہ میدہ کھانا نہ باریک کپڑا استعمال کرنا اور نہ ضرورت مندوں پر اپنا دروازہ بند کرنا۔ اگر تم نے ان میں سے کوئی بات کی تو تم پر عقوبت اور سزا نازل ہوگی۔'' (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

آپ نے مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین کو الگ الگ صوبہ قرار دیا اور حسبِ ذیل عمال مقرر کئے: والی - کاتب - کاتب دیوان - صاحب الخراج - صاحب الاحداث - صاحب بیت المال - قاضی

والی کا اسٹاف وسیع ہوتا تھا۔ حضرت عمر نے عمار بن یاسر کو کوفہ کا والی کیا تو دس آدمی ان کے اسٹاف میں تھے۔ (اسوۂ حسنہ ج ۲ ص ۵۲)

حضرت عمر کو اس کا سخت اہتمام تھا کہ امرا و عمال عیش و تنعم کے خوگر نہ ہونے پائیں اور غیر قوموں کی عادتیں ان میں سرایت نہ کرنے پائیں اور حاکم تک ہر شخص با روک ٹوک پہنچ سکے۔

حضرت سعد نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا۔ حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ اس کی وجہ سے فریادیوں کی آواز ان تک نہیں پہنچ سکتی تو محمد بن مسلم کو بھیج کر اس میں آگ لگوا دی۔ (مسند ابنِ حنبل ج ۱ ص ۵۴)

ایک بار حضرت بلال نے شکایت کی کہ امرائے شام پرندے کے گوشت اور میدے کی روٹی کے سوا اور کچھ کھانا ہی نہیں جانتے، حالانکہ عام لوگوں کو یہ کھانا میسر نہیں ہوتا۔ اس پر حضرت عمر نے سخت گرفت کی اور تمام عمال سے اقرار لیا کہ روزانہ فی کس دو روٹی اور زیتون کا تیل اور سرکہ تقسیم کرنا ہوگا اور مالِ غنیمت کی تقسیم مساویانہ طور پر ہوگی۔ (الیعقوبی ج ۲ ص ۱۲۸)

اس کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ ایک عامل (گورنر) طلبی پر آئے تو ایک توشہ دان، ایک عصا اور ایک پیالہ ان کے پاس تھا۔ حضرت عمر نے پوچھا کیا تمہارے پاس اس قدر اثاثہ ہے؟ بولا اس سے زیادہ کیا ہوگا؟ عصا پر توشہ دان ٹانگ لیتا ہوں اور پیالہ میں کھانا کھا لیتا ہوں۔ (استعاب تذکرہ سعید)

حضرت ابوہریرہؓ بحرین سے واپس آئے (وہاں وہ گورنر تھے) تو اپنے ساتھ بارہ ہزار درہم لائے۔ حضرت عمر نے یہ کل رقم لے لی اور کہا کہ تم نے خدا کا مال چرایا ہے۔ (فتوح البلدان ص ۹۰)

عمال کی شکایتوں کی تحقیقات پر محمد بن مسلم مقرر تھے۔ اس

پر بھی تسکین نہ ہوئی تو حج کے موقعہ پر خود شکایتیں سنتے اور تلافی فرماتے۔ مجمع عام میں خطبہ دیا:

''میں نے عمال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ تمہارے منہ پر طمانچے ماریں۔ نہ اس لئے کہ تمہارا مال چھین لیں۔ جس شخص کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے، اس کو اپنا معاملہ میرے سامنے پیش کرنا چاہئے تاکہ میں اس سے اس کا قصاص لوں۔'' (اسوۂ صحابہ ج۲ ص۶۱)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے دربار میں سب سے بڑے مرتبہ والا انصاف دوست امام ہے جو رعیت کے حق میں نرم خو اور مہربان ہو اور لوگوں میں سب سے بدترین اللہ تعالیٰ کے ہاں ظالم امام ہے جو درشت خو اور تند مزاج ہو۔ (مشکوٰۃ)

صیغۂ عدالت: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یہ صیغۂ قضا قائم ہو چکا تھا، جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ حضرت عمر نے وسط خلافت میں اس صیغہ کو مستحکم کر دیا تھا اور قاضیوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ (کنز العمال ج۳ ص۱۷۰)

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو پہلے قرآن مجید کی طرف پھر حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے۔ سب سے آخر میں مسلمانوں سے مشورہ لیتے تھے۔ (دارمی ص۳۲)

حضرت عمرؓ نے قضاۃ کو اجماع اور قیاس سے بھی مدد لینے کی ہدایت کی۔ قضاۃ کے تقرر میں آپ بہت سخت تھے۔ زید بن ثابتؓ، عبادہ بن صامتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ جیسے منتخب روزگار عہدہ قضاۃ پر آپ نے منتخب فرمائے۔ ایک بار حضرت عمر، زید بن ثابتؓ کے ہاں خود فریق مقدمہ بن کر آئے تو انہوں نے ان کو اپنے پاس بٹھانا چاہا لیکن آپ نے کہا یہ پہلا ظلم ہے جو تم نے کیا۔ میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا۔ (کنز العمال ج۳ ص۱۷۴)

آپ نے حکام کو لکھا: ''انصاف میں تمام لوگوں کو برابر سمجھو۔ قریب و بعید میں فرق و امتیاز اور رشوت سے بچو۔'' (کنز العمال ج۳ ص۲۴)

حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑی خریدنے کی بات چیت کی۔ جب قیمت طے ہوگئی تو آزمائش کے طور پر گھوڑی کی سواری کی۔ آزمائش میں گھوڑی مر گئی۔ حضرت عمرؓ مالک کو گھوڑی لوٹانے لگے تو اس نے لینے سے انکار کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ کسی کو بلاؤ جو اس کا فیصلہ کرے۔ وہ قاضی شریح کو لایا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امیر المؤمنین! جو چیز آپ نے خریدی ہے اس پر قبضہ کیجئے یا جیسی لی تھی، ویسی ہی لوٹا دیجئے۔ حضرت عمرؓ اس فیصلہ سے پھڑک کر بولے کیا منصفانہ فیصلہ ہے۔ اس کے سوا اور کچھ فیصلہ نہیں ہوسکتا ہے۔ جاؤ تمہیں کوفہ کا قاضی بناتا ہوں۔ (طبری ج۴ ص۱۸۸)

حضرت عمر نے قاضی شریح کی تنخواہ سو درہم مقرر کی اور ہدایت کی کہ خدا کی کتاب میں جو فیصلہ تم کو ملے، اس کی بابت کسی سے کچھ مت کہو سنو اور جب کوئی فیصلہ صاف صاف نہ ملے تو سنت کی طرف رجوع کرو۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو اجتہاد سے کام لو۔ اس کے علاوہ مجلس قضا میں نہ کسی سے لڑو نہ جھگڑو، نہ خرید کرو اور نہ بیچو۔ (اصابہ ج۴ ص۱۶۰)

عہدِ فاروقِ اعظمؓ میں عدل و انصاف کا یہ عالم ہوگیا کہ مقدمات کی کمی ہوگئی۔ عام اخلاق بلند ہوگئے کہ خصومت کا نام نہ رہا۔ حضرت سلمان بن ربیعہ باہلی جو کوفہ کے قاضی تھے، اس کی نسبت ابووائل کا بیان ہے کہ میں مستقل چالیس دن تک ان کے ہاں آتا جاتا رہا لیکن ان کے یہاں کسی فریق مقدمہ کو نہیں دیکھا۔

نظارت نافعہ: عہدِ رسالت میں مسجد سے ملحق صیغہ تھا جو پہلا رفاہ عام تھا۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں چوکیاں اور سرائیں، مہمان خانہ، حوض اور نہریں، دار الامارۃ، جیل خانہ،

غلہ خانہ، بیت المال، شفا خانہ، بازار، چھاؤنیاں اور قلعہ مقبرہ، حمام وغیرہ تعمیر ہوئے۔ اوقاف کا سلسلہ شہروں کی آبادی، مکاتب کا اجرا، محکمہ پولیس، تعزیر و حدود کے لئے اشخاص مقرر کئے گئے۔ احتساب کا محکمہ بھی قائم ہوا۔

ذمی رعایا کے حقوق کی بڑی پاسداری تھی۔ مذہب کی آزادی عام تھی۔ حکومت الہیہ کا ہر شعبہ منظم صورت اختیار کر چکا تھا۔

غرض یہ کہ جس نظامِ حکومت کی داغ بیل عہدِ رسالت میں ڈالی گئی اور خلفائے راشدین کے دور میں جس پر ایک قصر مشید تعمیر کیا گیا، وہی ہمارے لئے بطور ایک نصب العین کے ہے۔

خلفائے راشدین کے ذاتی حالات عہدِ حکمرانی میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ نے اپنی آخری زندگی میں اپنے مصلے پر نماز کی امامت پر سرفراز کیا۔ یہی فضیلت تھی جس بنا پر تمام قوم نے اپنا پیشوا منتخب کرلیا۔ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے، مگر اپنے جن ہمسایوں کی خدمت کیا کرتے تھے بدستور قائم رہی۔ تجارت مشغلہ تھا، اس کو چھوڑنا پڑا۔ معاملات خلافت کے انصرام میں اس سے رکاوٹ تھی۔ بیت المال سے اڑھائی ہزار درہم سالانہ وظیفہ لیتے رہے مگر مرتے وقت وصیت کی کہ میری جائداد فروخت کر کے کل رقم بیت المال میں داخل کردی جائے۔ مدینہ کے اطراف میں ایک بڑھیا محتاج رہتی تھی۔ حضرت عمر روزانہ اس کی خدمت کرنے جاتے۔ معلوم ہوتا کوئی اور پہلے خدمت کرگیا ہے۔ ایک دن دیکھا کہ حضرت ابوبکر اس کی جھونپڑی سے نکل رہے ہیں تو حضرت عمر بولے مجھ پر آپ ہی سبقت لے جاتے ہیں۔ حضرت عمر جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو خلافت کے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ہر ایک کی مدد کرتے۔ بیت المال کے اونٹ گم ہوگئے تو خود ڈھونڈ کے لائے۔ ایک دن زید بن ثابت نے دیکھا کہ حضرت عمر مشک اٹھائے ہوئے لوگوں کے درمیان سے گزر رہے ہیں۔ زید پیچھے تھے، ایک بڑھیا کے یہاں پانی بھر کے لوٹے۔ میں نے پوچھا یہ مشقت کیوں کی؟ فرمایا میرے پاس فارس و روم کے قاصد آئے تھے۔ انہوں نے میری تعریف کی جس سے میرے نفس میں غرور پیدا ہوا۔ اس کا یہی علاج تھا۔

ایک مرتبہ احنف بن قیس رؤسائے عرب کے ساتھ ان سے ملنے گئے تو دیکھا کہ عین دوپہر کی سخت دھوپ میں دامن چڑھائے اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے ہیں۔ احنف کو دیکھ کر کہا کہ آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین! آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ کسی غلام کو حکم دیجئے وہ تلاش کر لائے گا۔ فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہے اور اگر اونٹ نہ ملے تو قیامت میں باز پرس مجھ سے ہوگی نہ کہ کسی دوسرے سے۔ ایک دفعہ خطبہ میں بلا کسی تعلق کے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں ایک زمانہ میں اتنا نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کر لادیا کرتا تھا۔ وہ اس کی اجرت میں چھوہارے دیا کرتے تھے۔ اس پر میری گذر بسر تھی۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ منبر پر یہ کہنے کی کیا بات تھی؟ فرمایا میری طبیعت میں ذرا سا غرور آگیا تھا، یہ اس کا جواب تھا۔

طبری نے ریاض النضرۃ میں سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ عمرؓ جب لوگوں کو کسی بات سے منع کرتے تو گھر والوں کو اس بات سے آگاہ کردیتے کہ میں نے فلاں فلاں امور سے منع کیا ہے۔ قسم خدا کی! اگر تم میں سے کوئی ان باتوں کا مرتکب ہوگا تو میں اس کو اپنی قربت کی وجہ سے دوگنی سزا دوں گا۔

امام غزالی احیاء العلوم میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس ایک گواہ نے اپنی شہادت پیش کی۔ آپ نے فرمایا کسی ایسے آدمی کو لے آؤ جو تم سے واقف ہو۔ وہ ایک آدمی کو لے آیا۔ اس نے اس کی صداقت کی تعریف کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم ان کے پاس رہتے ہو جو ان کے حال سے واقف ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا کسی سفر میں ان کا ساتھ ہوا ہے؟ اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔ آپ نے پھر استفسار فرمایا کیا کبھی کسی قسم کا تجارتی معاملہ ان سے ہوا ہے؟ اس کا بھی جواب اثبات میں نہ ملا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم نے ان کو مسجد میں ہمیشہ نماز اور قرآن پڑھتے دیکھا ہوگا۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے کہا جاؤ تم ان کو مطلق نہیں جانتے اور گواہ سے کہا تم کسی دوسرے آدمی کو لے آؤ جو تمہارے حال سے بخوبی واقف ہو۔

حضرت عثمانؓ نہایت دولت مند تھے۔ ایام خلافت میں مصارف کے لئے بیت المال سے ایک دانہ بھی نہیں لیا۔

حضرت علی نہایت سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے، موٹا جھوٹا لباس پہنا اور پھیکا کھانا ان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ آپ ان ہی سادہ اور معمولی کپڑوں میں باہر نکلتے تھے۔ جب کوئی تعظیماً آپ کے ہمراہ چلتا تو منع فرماتے اور کہتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مؤمن کے لئے ذلت ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

يغوص البحر من طلب اللالی
ومن طلب العلیٰ سحر اللیالی
ومن طلب العلیٰ بغير كد
اضاع العمر فی طالب المحالی

(سیدنا علی بن ابی طالب)

جو شخص موتی تلاش کرتا ہے اسے سمندر میں غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔ جو بلند اقبالی چاہے گا اسے رات کو جاگنا پڑتا ہے۔ جو محنت کے بغیر بلند درجہ چاہے گا وہ ناممکن میں اپنی عمر ضائع کرتا ہے۔

زائرانِ کعبہ سے اقبالؔ یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زم زم کے سوا کچھ نہیں؟

....

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

....

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے
تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے
مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

....

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ! اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

علامہ اقبال مرحوم